دہیں گے ان میں سے حضرت مولانا نذیر حسین[1] صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ محمد نور علی محدث سہسرامی[2] (۱۲۱۵ھ - ۱۲۶۲ھ) تلمیذ حضرت شاہ محمد اسحق دہلویؒ، مولانا ولایت علی صاحب رسالہ عمل بالحدیث[3]، مولانا فیاض علی جعفری صادق پوری صاحب فیض الفیوض[4]، مولانا عبد الرحیم آبادی مصنف حسن البیان، مولانا فضل حسین بہدانوی، مولانا مشہود الحق عظیم آبادی[5]، مولانا عبد الغفار بہدانوی و مولانا ابو محمد ابراہیم آروی[6] رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اب آیئے تھوڑی دیر ڈیانواں، شکرانواں، اور نیمی کے اس زریں دور کی یاد تازہ کریں جسے تاریخ کبھی نہیں دہرانے کی:

متی تعود لیال فیک لی سلفت — وهم یقولون ان الدهر دوار

ڈیانواں | جب تک علوم اسلامیہ کی دنیا آباد رہے گی ڈیانواں اور اس کے فرزند جلیل علامہ ابوالطیب شمس الحق بن امیر علی بن علی بن حیدر الصدیقی کی یاد تازہ ہوتی رہے گی، کچھ زیادہ دن کا قصہ نہیں ہے کہ بہار کا یہ چھوٹا سا خطہ علم حدیث کی ضو فشانیوں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا، یہیں التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی، غایۃ المقصود اور عون المعبود جیسی اہم کتابیں لکھی گئیں؛

علامہ شمس الحق ڈیانوی مشہور محدث علامہ نذیر حسین (م ۱۳۲۰ھ) کے ارشد تلامذہ سے ہیں آپ کو قاضی حسین بن محسن انصاری سے بھی اجازت حاصل تھی: آپ نے اپنے شیوخ

---

[1] قریہ سورج گڑھ میں پیدا ہوئے (عون المعبود ۳/۱ بحوالہ نہایۃ الرسوخ) ان کی کتاب معیار الحق، تنویر الحق مصنفہ محمد شاہ پنجابی کے جواب میں ہے [2] تفصیل کے لئے دیکھو معارف فروری ۱۹۳۲ء ج ۲۹ ص ۱۳۳ - ۱۴۷، [3] یہ رسالہ تین فصلوں میں ہے، (الف) فقہ کی تعریف و محاسن (ب) تقلید کا محل جواز و عدم جواز (ج) علم و قرآن و حدیث کی تسہیل ان کے دوسرے رسائل: رد شرک، اربعین فی المہدیین، رسالہ دعوۃ، تیسیر الصلوٰۃ، شجرۂ باثمرہ تبیان الشرک وغیرہ ہیں [4] یہ کتاب ۱۲۷۶ھ میں دہلی سے شائع ہوئی [5] ان کی ایک تصنیف تجرز غارہ مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری کی کتاب انتصار الحق بجواب معیار الحق کے جواب میں ہے [6] مولانا عبد الغفار بہدانوی اور مولانا ابراہیم آروی: دونوں نے الادب المفرد للبخاری کا اردو ترجمہ کیا ہے، اول الذکر کا ترجمہ سلیقہ ۱۳۰۹ھ میں مرتب ہوا پوری کتاب تین حصوں میں منقسم ہے، اس میں کل تیرہ سو اٹھائیس حدیثیں ہیں، زبان بامحاورہ اور سلیس ہے، ثانی الذکر کا ترجمہ طریق النجاۃ کے نام سے موسوم ہے ان کا انتقال ۱۳۱۹ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا، تفصیل کے لئے دیکھو جامعہ جلد اول [7] التعلیق المغنی مطبع انصاری دہلی میں طبع ہوئی [8] دیکھو مقدمہ التعلیق المغنی

کے حالات میں نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ لکھی سنن ابی داؤد کی شرح غایۃ المقصود علامہ موصوف کی بہت بڑی تصنیف تھی جو بتیس اجزار کو محیط تھی شاید اس کا ایک آدھ جزؤ چھپا تھا، اسی کا اختصار دیتین عون المعبود ہے، غایۃ المقصودؔ کی تلخیص واختصار کا کام علامہ شمس الحق ڈیانوی کے برادر خورد ابو عبد الرحمٰن شرف الحق معروف بہ محمد اشرف ڈیانوی نے شروع کیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شمس الحق بھی اس کی تلخیص میں شریک رہے لیکن آخری دونوں جلدوں کی تلخیص میں یہ شرکت ختم ہو جاتی ہے اور ان جلدوں کی تلخیص مولانا شمس الحق نے بذات خود کی یہی وجہ ہے کہ پہلی دو جلدوں کے بعد مولانا شرف الحق کا نام نہیں آتا۔

اس شرح کے سلسلہ میں علامہ مذکور کی ایک بڑی علمی خدمت یہ ہے کہ سنن ابی داؤد کے متن کی تصحیح میں انھوں نے خاص اہتمام کیا تھا، چنانچہ سنن کے گیارہ نسخے جمع کئے گئے جن میں سے تین مطبوعہ اور آٹھ مخطوطہ نسخے تھے، ان مخطوطات کی تفصیل یہ ہے

۱۔ نسخہ مکتوبہ ۱۱۳۰ھ ہجری، بخط شیخ صدیق بن محمد حنفی زبیدی تلمیذ علامہ زکی الدین طاہر بن حسین بن عبد الرحمٰن، یہ نسخہ مصحح اور اصل سے مقابلہ کردہ تھا۔

۲۔ نسخہ مکتوبہ ۱۰ ارشوال ۱۱۹۶ھ بخط شیخ محمد خلیلی۔ اس پر علامہ مرتضیٰ زبیدی کے خطوط تھے

۳۔ نسخہ مکتوبہ ۱۱۸۳ھ بخط سید یحییٰ بن احمد بن علی بن احمد بن حسین یمنی۔

۴۔ نسخہ صحیحہ عتیقہ ناتمام حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی سے مستعار۔

۵۔ نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۴ھ بخط مرزا حسن علی محدث لکھنوی، اس پر علمائے کرام کے خطوط تھے حضرت مولانا عبد الحئی لکھنوی سے مستعار۔

۶۔ شیخ عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسی کے نسخہ سے مقابلہ کیا ہوا نسخہ، شیخ نابلسی کے نسخہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ ۱۰۹۰ھ میں بارہ نسخوں سے مقابلہ کیا گیا تھا۔

عون المعبود ج ۴ صفحہ ۵۵۳ ؎ عون المعبود ج ۴ صفحہ ۵۵۲ - ۵۵۳

یہ نسخہ مولانا تلطف حسین کی ملکیت تھا۔

۷۔ قاضی حسین بن محسن انصاری یمانی کے اصل مصحح نسخہ سے مقابلہ کردہ نسخہ۔

۸۔ نسخہ قدیمہ عتیقہ ناتمام جو ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق التمار البصری معروف بہ ابن داسہ کی روایت کا تھا[1] نسخ مطبوعہ میں سے ایک مصری نسخہ تھا جس کی طباعت ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ دوسرا دہلی کا چھپا ہوا تھا جو حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ کے اصل کی نسخہ سے منقول اور اس کے علاوہ چند قدیم نسخوں سے مقابلہ کردہ تھا، یہ نسخہ ۱۲۷۲ھ میں چھپا، تیسرا نسخہ معری عن الحواشی ہندوستان ہی کا مطبوعہ تھا۔

متن کی تصحیح و معارضہ میں جن لوگوں نے علامہ کی مدد کی تھی ان میں سے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی (م ۱۳۵۳ھ) اور مولانا شرف الحق ڈیانوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس شرح کے سلسلہ میں جن نادر و کمیاب کتب کی طرف مراجعت کی گئی تھی ان میں سے بعض کتابیں یہ ہیں: تحفۃ الاشراف[2] للحافظ مزی، مختصر السنن حافظ منذری، جامع الاصول حافظ ابن الاثیر، معالم السنن خطابی، معرفۃ السنن والآثار بیہقی، المنتقی ابن تیمیہ، کتاب الاحکام حافظ عبدالحق اشبیلی، نصب الرایہ زیلعی، حاشیۃ السنن ابن القیم تلخیص الحبیر حافظ ابن حجر، استیعاب حافظ ابن عبدالبر، اسد الغابہ ابن الاثیر، تجرید اسماء الصحابۃ ذہبی اصابہ ابن حجر وغیرہ ان میں سے بعض کتابیں آج تک نادر و نایاب ہیں جو علامہ موصوف کے کتب خانہ کی زینت تھیں۔

ان کا دوسرا کارنامہ التعلیق المغنی ہے جو سنن دار قطنی کی نہایت بہتر شرح ہے، سنن دار قطنی کی تصحیح میں بھی انھوں نے متعدد مخطوطات کا مقابلہ کیا، اس کا نہایت عمدہ خوشخط کامل نسخہ ان کی ذاتی ملکیت تھا مقابلہ کے لئے مولانا صدیق حسن خاں سے ایک کامل نسخہ مستعار لیا اور مولانا رفیع الدین بہاری کا نسخہ بھی پیش نظر رکھا۔

مذکورہ بالا تالیفات کے علاوہ اعلام اہل العصر فی احکام رکعتی الفجر اور دوسرے رسائل فروعی مسائل پر ان کی یادگار ہیں، ڈیانوان کا کتب خانہ ہندوستان کے عجائب میں سے تھا جس میں خصوصی

---

[1] کذا فی معالم السنن للخطابی وفی تہذیب الاسماء: محمد بن ابی بکر بن عبدالرزاق بن داسۃ بفتح السین وتخفیفہا۔

[2] ابو الحجاج یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف بن جمال الدین المزی القضاعی الشافعی انھوں نے اپنی کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کی تصنیف ۶۹۶ھ میں شروع کی تھی اور ۷۲۳ھ میں اس سے فارغ ہوئے۔

طور پر احادیث نبویہ کے نادر مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ تھا، چنانچہ ابن القیم کی تہذیب السنن، امام زکی الدین منذری کی تلخیص، خلق افعال العباد للبخاری اور کتاب العرش والعلو للذہبی، جیسی کتابیں اسی کتب خانہ کے اصل نسخوں کے مطابق طبع ہوئیں، لیکن افسوس کہ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند، اس کتب خانہ کے سیر کرنے والے لوگ اب بھی موجود ہیں جو اس خزانہ علم کا مرقع صفحہ قرطاس پر کھینچ دیں تو اس کی عظمت رفتہ کے دھندلے نقوش ابھر آئیں۔

شکراوان | مولانا شمس الحق ڈیانوی کے ہم عصر وہم مشرب مولانا رفیع الدین شکراوان کے مشہور صاحب عزوجاہ ذی علم تھے ان کا علمی ذوق بھی بلند تھا، حدیث سے شغف رکھتے تھے، نوادر ومخطوطات کا بیش بہا ذخیرہ انھوں نے بھی جمع کیا تھا ان کے اخلاف کے پاس پورا کتب خانہ اب تک محفوظ ہے اس کتب خانہ کی اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف سورتی تلمیذ علامہ طیب مکی نے بہار کے جن کتب خانوں کی سیر کی تھی ان میں سے ایک مولانا رفیع الدین کا کتب خانہ بھی تھا۔ مولانا موصوف نے کتاب التمہید ابن عبدالبر کی نقل مدینہ طیبہ سے منگوائی تھی! آپ کے پاس سنن دارقطنی کا ایک ناتمام لیکن بہت ہی قدیم وصحیح نسخہ تھا اس نسخہ کی قدر وقیمت اس سے ظاہر ہے کہ بائیس حفاظ ومحدثین کے دستخط اس پر موجود تھے ان میں سے حافظ ابوالحجاج بن یوسف دمشقی، عبدالمومن بن خلف دمیاتی عبدالرحیم بن حسین العراقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ عبیداللہ بن عمر العجمی، شیخ صالح العلائی جیسے اساطین حدیث بھی ہیں۔

سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (۲۶۰ھ - ۳۶۰ھ / ۸۷۳ء - ۹۷۱ء) کی کتاب المعجم الصغیر[1] کا نسخہ مکتوبہ ۱۲۱۶ھ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے، مولانا رفیع الدین ہی کا عطیہ ہے، یہ نسخہ بہار کے مشہور صاحب جاہ وثروت مولانا عبدالعزیز مرحوم کو مکہ معظمہ میں دستیاب ہوا تھا جس کو انھوں نے مولانا رفیع کے پاس شکراوان بھیجا تھا۔

نیمی | نیمی کو اور ب کے محدث یگانہ محمد بن علی معروف بہ ظہیر احسن شوق رحمہ اللہ کے مولد ومنشأ

---

[1] کیٹیلاگ کتب خانہ شرقیہ بانکی پور، ج ۵ حصہ اول طبع ۱۹۲۵ء

ہونے کا شرف حاصل ہے علامہ نیموی کی مشہور تصنیف آثار السنن اپنے خصائص و مزایا کے لحاظ سے شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ علامہ نیموی کے پاس قلمی نوادر کا گراں بہا ذخیرہ تھا جو ۱۹۴۶ء کے طوفان حوادث میں بالکل برباد ہوگیا اور اب صرف اس کی یاد باقی ہے، انھوں نے مخطوطات کے تجسس میں کہاں کہاں کی خاک چھانی اس کا اندازہ ان نسخ عتیقہ کے حوالجات سے معلوم ہو سکتا ہے جو آثار السنن کی تعلیق اور ان کے بہتیرے فروعی رسائل میں بکثرت نظر آتے ہیں، حدیث میں نیموی کا درجہ اتنا بلند تھا کہ حسب بیان مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی عمید مدرسہ عالیہ کلکتہ محدث نبیل علامہ جلیل حضرت شاہ انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نیموی کو علامہ شوکانی پر ترجیح دیتے تھے۔

مذکورۂ بالا اساطین داعیان کے علاوہ مولانا عبدالرؤف داناپوری، مولانا اصغر حسین صاحب نزیل الثوی رحمہما اللہ رحمۃً واسعۃً، اور مولانا ظفرالدین صاحب استاذ مدرسہ شمس الہدیٰ، مولانا فضل اللہ مونگیری نزیل حیدر آباد (دکن)، حضرت الاستاذ مفتی سید محمد عمیم الاحسان مجددی برکتی مدظلہ العالی کے اسماء گرامی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں: مولانا ظفرالدین صاحب کی جامع الرضوی رجال علم و فن تک پہنچ چکی ہے لہٰذا اس کے متعلق ارباب بصیرت خود ہی صحیح رائے قائم کر سکتے ہیں مولانا فضل اللہ صاحب نے الادب المفرد کی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے جس کا تعارف برہان[1] کے صفحات میں راقم کے قلم سے گذر چکا ہے، اس شمارہ میں حضرۃ الاستاذ مفتی سید محمد عمیم الاحسان مدظلہ العالی کے علمی خدمات اور علی الخصوص ان کی تصنیف فقہ السنن والآثار کے بعض خصائص و محاسن پیش کرتا ہوں۔

حضرۃ الاستاذ کا موطن شیخ پورہ کا ایک قریہ رانکہ ہے نشو و نما کلکتہ میں ہوئی، تحصیل علم کے تمام مدارج مدرسہ عالیہ میں طے ہوئے، تحصیل سے فارغ ہوتے ہی جامع مسجد ناخدا کے مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور جامع مسجد سے متصل مدرسہ میں تعلیم و تدریس کا مشغلہ بھی جاری رہا، مطالعہ کتب اور تالیف و تصنیف کا ذوق طالب علمی ہی میں پیدا ہو چکا تھا، اسی زمانہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ

---

[1] اگست ۱۹۶۵ء ج ۵۵ ص ۱۰۵ - ۱۲۰

کے پرنسپل ڈاکٹر ہدایت حسین مرحوم نے جب دارقطنی کی کتاب الاسخیاء والاجواد کو ایڈٹ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت مفتی صاحب نہایت بہتر معاون ثابت ہوئے۔

۱۹۴۳ء کے اوائل میں آپ کا تقرر مدرسہ عالیہ میں ہوا۔ تقسیم ہند کے موقع پر مدرسہ کے ساتھ پورا اسٹاف ڈھاکہ جا پہنچا آپ آجکل وہیں قیام پذیر ہیں۔ آپ کے متعدد رسائل و حواشی کی اشاعت ہو چکی ہے، یہ رسائل مصنف کے علمی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ چند مطبوعات حسب ذیل ہیں

۱۔ حواشی السعدی: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح پر مفید و پر از معلومات حواشی کا مجموعہ، اس مقدمہ کی ایک مستقل شرح آپ کی تصنیف سے ہے جو اب تک طبع نہیں ہوئی۔ حواشی السعدی اسی کی تلخیص ہے۔

۲۔ رسالہ مالا بد منہ للفقیہ۔

۳۔ ادب المفتی: یہ رسالہ پہلی دفعہ مدرسہ عالیہ کے عربی میگزین صوت العالیہ میں چھپا تھا اب مستقل طور پر طبع ہوا ہے اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے نصاب درس میں داخل ہے۔

۴۔ منۃ الباری: آپ کے جمیع مرویات کے اسانید و اجازت کا مجموعہ اس رسالہ کے ساتھ میزان الاخبار بھی چھپا تھا۔

۵۔ میزان الاخبار: اصول حدیث میں مفید رسالہ جو دراصل فقہ السنن والآثار کا مقدمہ ہے اس میں حنفی محدثین و فقہا کے اصول تصحیح و تضعیف کی وضاحت کی گئی ہے: یہ رسالہ الگ چھپا ہے اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔

۶۔ اوجز السیر: سیرت پر مختصر رسالہ جو ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا کے رسالہ اوجز السیر لخیر البشر کے نہج پر ہے، احمد بن فارس کا رسالہ ۱۳۱۱ھ میں بمبئی سے شائع ہوا ہے۔

۷۔ التنویر: اصول تفسیر میں۔

۸۔ تحفۃ الاشراف: علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف بقدر نصاب مدرسہ عالیہ پر مفید حاشیہ جو

تازہ بہ تازہ چھپا ہے، اس تعلیق کے سلسلہ میں مصنف کے پیش نظر علامہ قطب الدین تحتانی (دم ۷۶۶ھ/۱۳۶۴ء) کی شرح الکشاف بھی رہی ہے، جو شرح الکشاف للطیبی کی تنقیح و تلخیص ہے، یہ شرح رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی لائبریری میں تحت رقم (۶۰) موجود ہے۔

مذکورۂ بالا مطبوعہ رسائل کے علاوہ آپ کی غیر مطبوع تصانیف کی فہرست طویل ہے، ان میں سے ایک مجموعہ ان احادیث مبرکہ کا ہے جو احسان و سلوک اور ترغیب و ترہیب جیسے مضامین سے تعلق رکھتے ہیں اس مجموعہ کا نام مناہج السعداء ہے، کنز العمال جو احادیث نبویہ کی انسائیکلو پیڈیا ہے آپ نے اس کی کلید و مفتاح مرتب فرما کر ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے۔

نقد السنن والآثار | آپ کی سب سے گرانقدر تصنیف نقد السنن والآثار ہے جسے مصنف کا شاہکار کہا جائے تو بجا ہے اس میں احادیث کے احکام کو فقہی ابواب کے تحت جمع کر دیا ہے، حنفیت کی تائید وانتصار کے باوجود اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ صرف حنفی مسلک کی مؤید حدیثوں پر جلیل القدر مصنف نے اکتفار نہیں کیا بلکہ انتہائی انشراح صدر کے ساتھ دوسروں کے ادلہ بھی پیش کئے ہیں پھر مختصر الفاظ میں توجیہ و توفیق یا مؤیدات حنفیہ کی وجہ ترجیح کی توضیح کی گئی ہے۔

ہر مسئلہ کے لئے صحیح ترین متن حدیث کے انتخاب کے بعد اس مسئلہ کے مزید دوسرے متون بقید اسامی مخرجین و رواۃ منقول ہیں رواۃ کے الفاظ میں اختلاف و زیادات کا اظہار بھی کیا گیا ہے اور اس طرح اکثر طرق کا استیعاب ہو گیا ہے، ہر حدیث کی اسنادی حالت اس کی تصحیح و تضعیف کے متعلق ائمہ فن کی رائے، رجال پر جرح و تنقید وغیرہ ایسے امور ہیں جن کی تبیین کا التزام علی وجہ الاختصار کتاب کے ہر حصے میں نظر آتا ہے۔

احکام کی مشہور تصانیف | احکام میں اکابر و اعیان کی جتنی تصانیف ہیں ان میں سے حافظ عبدالحق بن عبدالرحمٰن ازدی اشبیلی (دم ۵۸۱ھ/۱۱۸۵ء) کی کتاب الاحکام الکبریٰ، علامہ ابن تیمیہ حرانی کے جد بزرگوار ابو البرکات محمد بن عبدالسلام (دم ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء) کی المنتقیٰ، محمد بن علی بن وہب، معروف بہ ابن دقیق العید (دم ۷۰۲ھ/۱۳۰۲ء) کی کتاب الالمام باحادیث الاحکام اور اس کی شرح الامام، ابن قدامہ حنبلی کی،

الاحکام الکبریٰ کے نام بہت ہی مشہور ہیں، اس سلسلہ کی جو کتابیں طبع ہوئی ہیں ان میں سے تین اہم تصانیف حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ المحرر فی الاحکام الشرعیۃ : حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن الشیخ علاء الدین احمد بن عبد الہادی المقدسی الحنبلی معروف بہ ابن قدامہ (م ۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء) کی تصنیف جو ابن دقیق العید کی کتاب کا ملخص ہے۔

۲۔ بلوغ المرام : علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ / ۱۴۴۹ء) کی مشہور کتاب جس کو محمد بن عبدالعزیز ہاشمی جعفری نے بھوپال سے شایع کیا؛

۳۔ منتقی الاخبار : علامہ ابو البرکات حرانی کی جو علامہ شوکانی کی شرح نیل الاوطار کے ساتھ چھپی ہے، اس موضوع پر ہندوستان کے حنفی محدثین کے قلم سے جو کتابیں نکلیں ان کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین ہے۔

۱۔ الغرۃ المنیفۃ فی ترجیح مذہب ابی حنیفۃ :۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحٰق الہندی الغزنوی (م ۷۷۳ھ / ۱۳۷۲ء) کی تصنیف، یہ اس موضوع پر پہلی تصنیف ہے۔

۲۔ فتح المنان فی تائید مذہب النعمان : شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کی تصنیف اس کے مخطوطہ نسخوں پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور مولانا ابو یحییٰ امام خاں صاحب نوشہروی کے نگارشات معارف میں ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ الامام ابی حنیفۃ :۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ بلگرامی زبیدی (م ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء) کی تصنیف مصر و استنبول سے شائع ہوئی :۔

۴۔ آثار السنن : اس کے مصنف صوبۂ بہار کے محدث یگانہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی ہیں، یہ کتاب، کتاب الجنائز تک دو حصوں میں چھپی ہے۔

؎ ترجمہ کے لئے دیکھئے الفوائد البہیۃ ص ۱۴۸-۱۴۹ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۴ھ مطبعۃ السعادۃ مصر، ترجمۃ الخواطر ص ۹۵-۹۶ نیز حسن المحاضرہ سیوطی ۱/۲۰۰، ۲/۱۰۹ و مفتاح السعادۃ ۲/۵۸-۵۹ ؎ اول الذکر کے مضمون کے لئے دیکھئے معارف ۴۲ء صفحہ ۵۰۴ اور ثانی الذکر کے لئے جلد ۶۳ صفحہ ۴۶۹-۴۷۷ ؎ المتوفی ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء

۵۔ اعلاء السنن: علمائے تھانہ بھون کی تصنیف جو کتاب الحج تک گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی، اس کے باقی حصے شاید مکمل ہیں جواب تک نہیں چھپے؛

۶۔ جامع الرضوی: مولانا ظفرالدین صاحب بہاری کی تصنیف جسے چار جلدوں میں مطبع برقی ابوالعلائی نے طبع کیا:۔

مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی (۱۲۳۲ھ۔ ۱۲۹۶ھ) کی دو کتابیں[1] نورالایمان فی تائید مذہب النعمان اور الحمیۃ اللطیفۃ فی تائید مذہب ابی حنیفۃ بھی اسی موضوع پر ہیں؛

مشکوٰۃ و بلوغ المرام حدیث کے ابتدائی صفوف میں پڑھائی جاتی ہیں، ان دونوں کتابوں کی افادیت اور ان کے مصنفین کی عظمت و جلالت مسلّم ہے لیکن ایک حنفی طالب علم کو اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بڑی دشواری یہ پیش آتی ہے کہ اسے ان کتابوں میں اپنے مسلک کے تمسکات خال خال نظر آتے ہیں، اور وہ محسوس کرتا ہے کہ حنفی فقہ کی بنیاد روایت سے زیادہ درایت و تعقل پر قائم ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی اسی وہم میں مبتلا ہو چکے تھے۔ خود فرماتے ہیں

"ولما[2] كنت انا العبد المسكين عبد الحق بن سيف الدين ... بالحرمين الشريفين زادهما الله تشريفا وتعظيما وكنت اقرأ كتاب المشكوة وقعت في هذا الخيال وهممت ان ادخل في مذهب الشافعي في الحال"

میں بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین .... جب حرمین شریفین میں مشکوٰۃ پڑھتا تھا تو مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ فوراً شافعی مذہب کو قبول کر لوں۔

لیکن شیخ عبدالوہاب المتقی مندوی (م ۱۰۰۱ھ) نے اس خیال کا پردہ چاک کیا اور فرمایا:

---

[1] تذکرہ علمائے ہند رحمٰن علی ص ۱۴۲ طبع اول ۱۹۱۴ء؛ [2] یہ عبارت فتح المنان کی ہے درمیان کی کچھ عبارت کو میں نے قصداً حذف کر دیا ہے پوری عبارت کے لئے دیکھئے معارف ج ۲۳ صفحہ ۱۷۴ جون ۱۹۲۹ء

قال ثم من این وقعتم فی ہذہ الخیال لعلہ حملکم علیہ قراءۃ المشکوٰۃ بالاستعجال وقال ماھو الا انہم تتبعوا الاحادیث الواقعۃ موافقۃ لمذہبہم فاوردوھا فی کتبہم مکررۃ وھہنا احادیث اخری راجحۃ علیہا یثبت مذہبنا مکررۃ کمامر"

فرمایا تم اس خیال میں کیسے مبتلا ہوتے ہو، غالباً عجلہ کے ساتھ مشکوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے یہ پیدا ہوا اور کہا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مسلک کے موافق احادیث کو تلاش کر کے اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے بحالیکہ دوسری راجح حدیثیں بھی ہیں جن پر ہمارے مذہب کی بنیاد قایم ہے"؛

اس گفتگو کے بعد شاہ عبدالحق دہلوی کا دماغ صاف ہوا اور آپ حنفیت پر ثابت قدم ہے پھر فتح المنان تائید حنفیت کے پیش نظر تصنیف فرمائی ؛ اسی مقصد کے ماتحت علامہ نیموی نے اپنی کتاب آثار السنن تصنیف کی لیکن افسوس کہ علامہ موصوف کا کاسۂ حیات اس کی تکمیل سے پیشتر ہی لبریز ہو چکا تھا، آثار السنن جہاں تک چھپی ہے درسی کتابوں میں شامل ہے اور لاب حدیث کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ اس سلسلہ کی مفید دو جامع کتاب فقہ السنن والآثار ہے ریہ طبع ہو گئی تو اس قابل ہو گی کہ حلقۂ درس و تدریس میں رواج پذیر ہو اس کتاب کے ذریعہ لبہ کی نگاہ احادیث کی بڑی تعداد پر پڑے گی اور ان کو حدیث کے ساتھ فنی مناسبت اور جرح عدیل کی تمرین و ممارست حاصل ہو گی ؛

کتاب پر ایک نظر | فقہ السنن والآثار کی ترتیب میں مصنف نے ایک خاص نہج اختیار کیا ہے فقہی اب وتراجم کے علاوہ موقع و مقام کی مناسبت سے ایسے ابواب بھی منعقد کئے ہیں جن کو ابواب سے کوئی تعلق نہیں کتاب کی ابتدا، ایمانیات، اصول دین اور مناقب سے متعلق ابواب سے ی ہے یہ سارے ابواب "کتاب الجامع" کے ماتحت لائے گئے ہیں۔

فقہی ابواب میں احادیث کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے ترجمۃ الباب کی شرعی

تذکرہ ج ۲۳ ص ۲،۴

حیثیت منقح کرنے والی حدیث پھر ترغیب و ترہیب کی حدیثیں پھر فروع مسائل کی مفصل حدیثیں اور اخیر میں حسب ضرورت ادعیہ کی بھی حدیثیں لائی گئی ہیں، کتاب کی انتہا، آداب ظاہرہ و باطنہ اور تہذیب اخلاق سے متعلق ابواب پر ہوتی ہے جن کو کتاب الاحسان محتوی ہے غرض یہ کتاب اپنی جامعیت و افادیت کے لحاظ سے گوناگوں خصائص پر مشتمل ہے۔

کتاب کی اہمیت پر اعیان و افاضل کی شہادت اس کتاب کے متعلق اتنا مکرر عرض ہے کہ اختلافی مسائل میں مصنف نے اپنے مسلک اور حنفی نظریات کی تائید ضرور کی ہے لیکن اس سے کسی جماعت کی دلشکنی ہرگز مقصود نہیں، لہذا وہ حضرات جو حنفیت کے ہمنوا نہیں ہیں اگر خالص علمی نقطۂ نگاہ سے اس کے خصائص و مزایا کا جائزہ لیں گے تو ہمارے بیان سے ان کو کوئی اختلاف نہ ہوگا۔

مشہور محدث حضرت مولانا نذیر حسین مونگیری ثم الدہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے ایک جلیل القدر شاگرد جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب گیلانی کے ملاحظہ سے یہ کتاب گذری تو آپ نے اپنا تأثر ان لفظوں میں ظاہر کیا:-

"آپ کی کتاب فقہ السنن والآثار کے مطالعہ سے دل بہت خوش ہوا، شکایتیں اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپ کی محنت قابل قدر ہے، انتصار مذہب میں آپ نے حتی الوسع کامیابی حاصل کی۔"

کتاب کے محاسن و جامعیت کو دیکھ کر دارالعلوم دیوبند کے ناظم مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا تھا کہ "اگر یہ کتاب چھپ گئی تو فوراً درس میں شامل کرلی جائے گی" لیکن افسوس کہ ابتک اس کی طباعت معرض التوا میں ہے۔

علامہ طیب مکی کے خاص شاگرد حضرۃ الاستاذ شمس العلماء مولانا سید ولایت بیر بھومی سابق صدر المدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ نے بھی اس کتاب کا مطالعہ بغور کیا اور عربی نظم میں اپنی قیمتی و وقیع رائے ظاہر فرمائی اس نظم کے دو شعر ہدیۂ ناظرین ہیں۔

تخالف الرأی فی الاحکام مختضن	للیسر فی الدین لا للبغض والشحن
تصنیفتہ فیہا اسرار فی کل مسألۃ	بالحق فلیس عنوا نا ئبن عن ...

اب اس کتاب کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں کہ اس کی افادیت پوری طرح واضح ہو جائے

اجتہاد حجت قیاس

"عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتهد فأصاب فله اجران واذا حکم فاخطأ فله اجر اخرجه الشیخان[1] وفی حدیث معاذ رضی الله عنه حین بعثه صلی الله علیه وسلم الی الیمن وقال له کیف تقضی قال اجتهد برائی "ولا آلو"[2] فاستحسن صلی الله علیه وسلم جوابه ورضی به، اخرجه الترمذی، وابوداؤد والدارمی واحمد والبیهقی[3] واخرج[4] عن جماعة من الصحابة انهم اجتهدوا وقال الاجتهاد هو القیاس[5]"

عمرو بن العاص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب حاکم نے فیصلہ میں اجتہاد سے کام لیا اور صحیح فیصلہ کیا تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اس نے خطا کی تو ایک اجر کا مستحق ہوا، (بخاری ومسلم) اور حضرت معاذ کی حدیث میں ہے کہ جس وقت حضور اکرم انکو یمن کی طرف بھیج رہے تھے تو پوچھا کس طرح فیصلہ کروگے؟ انھوں نے جواب دیا اجتہاد کروں گا اور پس وپیش نہیں کروں گا، حضور نے اس جواب کو پسند فرمایا اور خوش ہوئے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، احمد، بیہقی) اور بیہقی نے صحابہ کی ایک جماعت سے یہ تخریج کی ہے کہ ان لوگوں نے اجتہاد کیا: پھر بیان کیا ہے کہ اجتہاد سے مراد قیاس ہے۔

درء الحدود بالشبہات

عن عمر انه قال

حضرت عمرؓ نے

---

[1] ب ج ۲ ص ۱۰۹۲، م ج ۲ ص ۷۶، [2] یعنی ان لم یکن فی کتاب الله وسنة رسوله [3] ج ۱ ص ۱۷۱، اس حدیث میں کلام ہے، وہ یہ کہ حضرت معاذ سے روایت کرنے والا مبہم ہے، پھر حارث بن عمرو متکلم فیہ ہے لیکن ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب ج ۲ ص ۱۵۲) لہذا ابن حبان کے قاعدہ کے مطابق وہ مبہم بھی ثقہ مانا جائیگا [4] ج ۲ ص ۱۴۹ [5] ج ۱ ص ۶۰ [6] ج ۵ ص ۲۳۰ [7] ج ۱ ص ۱۱۴ [8] نصب جلد ۲ ص ۳۰۹

ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان الامام ان يخطي في العفو خير له من ان يخطي في العقوبة فاذا وجدتم للمسلم مخرجا فادرءوا عنه اخرجه محمد في الآثار[۱] وهو مرسل صحيح واخرجه ابن حزم في الايصال[۲] له بسند صحيح وعن ابن عباس نحوه مرفوعا عند ابن عدي والحارثي[۳] بسند صحيح وعن عائشة نحوه مرفوعا عند الترمذي[۴] وصححه الحاكم ورجح البيهقي وقفه وعن علي عند الدارقطني[۵] بسند ضعيف وعن ابي هريرة عند ابن ماجة[۶] بسند ضعيف قلت درء الحدود بالشبهات مجمع عليه ثابت من معنى كثير من الصحاح والله اعلم۔

فرمایا کہ بقدر امکان مسلمانوں سے درگذر کرو، امام کا درگذر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے پس کوئی سبیل نظر آئے تو مسلمان سے حد کو ساقط کرو، اس کی تخریج کی امام محمد نے آثار میں اور یہ مرسل صحیح ہے نیز ابن حزم نے الایصال میں بہ سند صحیح، ابن عباس کی مرفوع روایت ابن عدی اور حارثی کے نزدیک ثابت ہے، حضرت عائشہ کی مرفوع روایت ترمذی میں ہے جس کی تصحیح حاکم نے کی ہے، بیہقی نے اس کے وقف کو ترجیح دی ہے: حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ کی روایتیں بہ سند ضعیف دارقطنی اور ابن ماجہ میں ملی الترتیب ہیں؛ میرا کہنا یہ ہے کہ شبہ کی بنا پر حد نہ جاری کرنا مجمع علیہ اور روایات صحیحہ کے مفہوم سے ثابت ہے۔

---

[۱] ص ۸۳، عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن عمر [۲] النیل: ج ۷ ص ۱۹ [۳] الجواہر المنیفۃ: ج ... ص ..

[۴] یہ سخاوی کا بیان ہے دیکھو حاشیہ ہدایہ للسنبھلی: ج ۲ ص ۲۲۱ [۵] ج ۱ ص ۱۷۱ [۶] ج ۴ ص ۳۰۴، علامہ ذہبی نے تعقب کیا ہے، امام ترمذی نے اس روایت کو یزید بن زیاد کی وجہ سے معلول بتایا ہے [۷] نصب: ج ۲ ص ۵۷؛ [۸] ج ... ص ۳۲۴؛ سند میں مختار التمار ضعیف راوی ہے [۹] ص ۱۸۶؛ [۱۰] بلوغ المرام ص ۹۹؛ [۱۱] ماعز صحابی کا واقعہ مشہور ہے جس کی روایت ابن عباس نے کی ہے (بخاری)

مصنف کی طرز نگارش کا اندازہ مذکورۂ بالا دو باب سے ہو سکتا ہے، فٹ نوٹ پر اصل کے مطابق حوالجات اور فنی اشارات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں: چونکہ یہ کتاب متن حدیث کی ہے لہٰذا طول کلام سے بالکلیہ احتراز کیا گیا ہے البتہ بقدر امکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر باب میں جملہ مباحث کا عطر و خلاصہ پیش کر دیا جائے۔

ابتدا و انتہا کتاب کی تصنیف کا آغاز مورخہ ۲۰ر ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ کو ہوا اور مورخہ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو قبیل طلوع فجر، جامع مسجد ناخدا (کلکتہ) میں قلم کا مسافر تمام منازل طے کرتا ہوا منزل مقصود کو پہنچا؛

اس کی پہلی حدیث "انما الاعمال بالنیات" ہے اور آخری حدیث "کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" ہے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خلافت عباسیہ

جلد دوم ۔ تاریخ ملت کا چھٹا حصہ جس میں اٹھائیس ۲۸ حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم تک کے تمام تاریخی حالات بڑی کاوش سے جمع کئے گئے ہیں اس حصے میں بھی پہلے حصے کی تمام خصوصیتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے واثق باللہ کے زمانہ تک ایک صدی کو چھوڑ کر عباسی خلافت کے چار سو چوبیس سال کے دور حکومت کی تاریخ آپ کو اس میں ملے گی جس سے اندازہ ہوگا کہ بغداد جو مسلمانوں کی عظمت واقتدار کا گہوارہ اور مشرقی ملکوں کا سرتاج تھا کس طرح ویران و پراگندہ ہو کر ان متفرق جماعتوں کا مسکن ہو کر رہ گیا جو ہلاکو خاں کی فوج کے ساتھ آئی تھی سلاطین بویہ، سلاجقہ، زنگی، ایوبی علوئین، باطنیہ وغیرہ ہم عصر دول اسلامیہ کے حالات کا جامع خلاصہ بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا کتاب کے آخر میں عباسی خلافت کے تمام دوروں پر ایک سیاسی اور تاریخی نظر ڈالی گئی ہے جو کم و بیش ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے صفحات ۴۷۶ قیمت غیر مجلد چار روپے بارہ آنے قیمت مجلد پانچ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

امیر الامراء نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ

اور

جنگ پانی پت

(مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

(۹)

اس روایت کا راوی کاشی راج ہے وہ نجیب الدولہ کا سخت دشمن ہے یہ قرین قیاس کہاں تک ہو سکتا ہے کہ برخوردار خاں کے آدمی اتنی جلد قتل بھی کر دیں لاشیں زمین میں دفن کر کے نشان تک باقی نہ رکھیں شاہ کے آدمی پہنچ نہ سکیں اور بادشاہ منتظر بیٹھا رہے یہ گپ سے زیادہ وقیع نہیں مورخین میدان جنگ میں جنکوجی بابو پنڈت کا کام آنا لکھتے ہیں۔

نواب عنایت خاں | حافظ الملک مرض سرسام میں مبتلا ہونے کے باعث جنگ پانی پت میں حصہ نہ لے سکے مگر نواب عنایت خاں نے ایک کافی تعداد سپاہ کے ساتھ بادشاہ کے ہمرکاب رہ کر مختلف معرکوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ ہر ایک سردار روہیلہ نے اپنی کرنے میں کسر نہ رکھی سب کی مساعی کا ہی ثمرہ تھا کہ عظیم الشان فوج پر فتح پائی مگر اس کے ساتھ ہی یہ دیکھنے کے قابل ہے کہ شجاع الدولہ بہاؤ سے تعلق ہر حال میں رکھ رہے تھے مگر مرہٹوں میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اپنی جماعت کے خلاف کوئی کام کر رہا ہو حتیٰ کہ مسلمان اس کے ساتھی وفاداری کا کامل طور سے مظاہرہ کر رہے تھے فتح خاں گاردی کو بہت کچھ پیغام پہنچائے گئے تھے کہ وہ اگر شاہ درانی کے ساتھ ہو جائے مگر اس نے بہاؤ کی دوستی کو ترجیح دی فتح خاں گاردی و ابراہیم خاں گاردی کو مطلق اسلامی لشکر سے ہمدردی نہ تھی بقول مولانا اکبر شاہ خاں

ؔ تاریخ ہندوستان از مولوی سید مدد علی تپش اکبرآبادی

جان دونوں بھائیوں سے اسلامی لشکر کو اس قدر عظیم الشان نقصان پہنچا اتنا مرہٹہ سرداروں سے نہیں پہنچا۔"

شاہی دربار! اس معرکہ میں جس قدر مال غنیمت اور ساز و سامان سرکاری خزانہ میں آیا اس کا اندازہ کرنا کچھ آسان نہیں۔ نمایاں فتح و فیروزی کے بعد ایک رفیع الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں بادشاہ نے فوج کے تمام افسروں کو ان کی حیثیت و خدمت کے مناسب عہدے منصب اور خلعت فاخرہ مرحمت فرمائے۔

عنایت خاں بہادر کی شاہ نامدار نے خصوصیت کے ساتھ تعریف کی اور فرمایا یہ نمایاں فتح تم کو مبارک ہو اور تم پر اور تمہارے والد ماجد حافظ الملک پر اللہ کی رحمت ہو جنہوں نے اسلامی حمیت میں وہ حسن خدمات ادا کیں جو قیامت تک تاریخی صفحات کے ذریعہ یادگار رہیں گی۔"

یہ کہہ کر فرط مسرت سے بادشاہ یکایک کھڑا ہو گیا اور نہایت جوش قلبی سے فرمایا کہ عنایت خاں آج خدا کے فضل سے ہندوستان کی اقلیم دہلی سے بنگالہ اور دکن تک تمہاری مملکت ہے میں نے امداد الٰہی سے یہ زمین تمہارے دشمنوں سے بالکل خالی کر دی امید کہ یہ آئے دن کے جھگڑوں اور روز کے تنازعات سے پاک و صاف رہے گی اور تم اطمینان کے ساتھ ہندوستان پر فرمانروائی کرو گے اور میری جانب کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہو گے

اس واقعہ کو عبد الکریم تاریخ احمد میں یہ لکھتا ہے۔

واز راہ عنایت سلطانی عنایت خاں بہادر خلف حافظ الملک ارشاد گردید کہ ایں فتح تو مبارک باد و رحمت خدا بر تو و پدر تو باد خطاب سرداراں نمودہ فرمود کہ اکنوں ملک ہندوستان را از دہلی تا بنگالہ و دکن برائے شما خالی واز دشمناں پاک کردم بدلجمعی و آسائش تمام عمل خود نمودہ بدعائے دولت ما مشغول باشید[1]

یہی مورخ لکھتا ہے کہ شاہ درانی نے آخر میں ارشاد فرمایا۔

اور نواب شجاع الدولہ کو میں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں اس لئے کہ وہ تمہاری قوم میں سے

---

[1] تاریخ احمد صفحہ ۱۳

نہیں ہے۔ میں اس کو ایک وسیع اور زرخیز ملک بخش دوں گا۔

جب بادشاہ تقریر ختم کر چکا تو حافظ الملک نے کھڑے ہو کر مودبانہ معروضہ پیش کیا کہ ظل سبحانی ہم میں اور نواب شجاع الدولہ میں ہرگز دوئی نہیں ہے ہم اور وہ ایک ہیں انھوں نے بہت سے نازک موقعوں پر ہمیں امداد دی ہے اور اکثر خوفناک مقاموں پر ہماری کمک کی ہے اصل یہ ہے کہ ہم ان کے قیمتی احسانات سے ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتے اس لئے جہاں پناہ اپنے سہرکاب لیجا قیمتی خیال کو گو وہ سراسر نواب صاحب کے سود و بہبود اور فلاح کے متعلق ہی کیوں نہ ہو ترک فرمائیں ورنہ ہندوستانیوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ آخر قوم افاغنہ نے آپس میں اتفاق کر کے ایک شخص کو جو ہندوستان میں باقی رہ گیا تھا نکال دیا[۱]۔

فرمایا کہ میں خود جانتا ہوں کہ تمہیں نواب سے خصومت نہیں لیکن آئندہ اس کا نتیجہ حسب دلخواہ نہ ہوگا خیر میں اس وقت تمہاری التجا قبول کرتا ہوں۔

غداروں کا انجام

قتل ابراہیم گاردی | جشن فتح کے بعد احمد شاہ درانی نے دریافت کیا ابراہیم خاں کس سردار کے پاس قید ہے حافظ الملک نے حضور شاہ میں حاضر کیا البتہ رحم دلی سے اس کے لڑکے کو مخفی طور سے رہا کر دیا۔ آخرش بحکم شاہ ابراہیم افغانہ کے خون کے بدلے میں قتل کرا دیا گیا[۲]۔

غازی الدین خاں | غازی الدین خاں عماد الملک جو اس لڑائی کا بانی تھا وہ جنگ کا رنگ دیکھ کر سورج مل جاٹ کے پاس بھرت پور چلا گیا پھر دکن چلا گیا اور بیس سال تک بھیس بدلے مارا مارا پھرا اس آوارہ گردی میں کوئی کام ایسا نہ کیا جس سے تاریخ میں اس کا ذکر آتا[۳]۔

میر تقی میر اپنی تصنیف "ذکر میر" میں لکھتے ہیں کہ

نواب عماد الملک بایں سن یگانہ عصر است اوصاف بسیار دارد۔ چنانچہ پنج شش خط بخوبی می نویسد شعر ریختہ فارسی ہر دو بامزہ می گوید بحال فقیر عنایتے بیش از بیش می کند ہرگاہ بخدمت شریف او حاضر شدہ ام

---

[۱] تاریخ تذکرۂ عالم حصہ اول صفحہ ۳۹۲ [۲] گل رحمت [۳] حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۱۰۹

خطے برداشتہ

بقیہ عماد الملک کے احوال میں مولوی سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں ۱۷۹۰ء میں انگریزی پولیس نے عماد الملک کو گرفتار کیا تو اس کا حال معلوم ہوا اور گورنر جنرل کے حکم سے مکہ معظمہ بھیج دیا گیا آخر عمر میں ہندوستان آکر احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ سے اخلاص پیدا کیا اور ملتان کے صوبہ دار سے یارانہ جوڑا اور یہیں اس کی عمر کا خاتمہ ہوا۔[1]

امیر الامرائی | شجاع الدولہ کو تاکید کی شاہ عالم جو اپنے باپ عالمگیر ثانی کے شہید ہونے سے قبل بنگال چلے گئے تھے ان کی اطاعت ملحوظ رکھے اور وزارت شاہ عالم کا عہدہ ان کو تفویض کیا اور جب تک شاہ عالم دلی واپس ہو مرزا جواں بخت کو نائب سلطنت مقرر کر کے نواب نجیب الدولہ کو منصب امیر الامرائی پر فائز کیا اور حکم دیا کہ شاہزادے کے ساتھ دلی میں قیام پذیر ہو نواب احمد خاں بنگش کو منصب بخشی گری پر ممتاز کیا اور حافظ الملک کو اپنی جانب سے بادشاہ ہندوستان کے پاس وکیل مطلق یا مختار کل مقرر فرمایا۔[2]

اسی طرح دوسرے امرا کو مناصب و خلعت ہائے سرفرازی عطا کئے نواب عنایت خاں اور نواب دوندے خاں کی عدیم المثال بہادری کی بنا پر سرکار اٹاوہ عنایت خاں کو اور شکوہ آباد دوندے خاں کو بطور انعام عطا کیا۔ جاگیر کے علاوہ عنایت خاں کو منصب ہفت ہزاری خلعت واسپ خطاب نوابی اور نوبت و علم بھی مرحمت کئے گئے۔[3]

۱۲ر شعبان ۱۱۷۵ھ کو شاہ درانی معاودت فرماتے قندھار ہوئے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۹

[2] حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۱۱۰

[3] حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۱۱۰